

سال نو کا آغاز

نقشِ آغاز

اخلاقی رذالت کا طوفان بلاخیز

اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت کے دور میں اسلامائزیشن اور فاذِ شریعت کے ہزاروں دعوؤں کے باوجود "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے معاشرتی اور تہذیبی اطوار کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔

نئے سال ۱۹۹۲ء کی آمد کی خوشی میں بہت سے بنگلے نشاط گاہوں میں تبدیل ہو گئے۔ مغربی تہذیب سے متاثرہ خاندانوں نے اپنے بنگلوں میں عیش و طرب میں ڈوب کر نئے سال کی خوشیاں منائیں۔۔۔ کئی روز قبل ہی کمرے کراتے پریلے اور جامِ مے سے ایسے دل بہلاتے رہے کہ فجر کے وقت ان ہٹلوں کے طرب انگیز کمروں میں ٹوٹے ہوئے پیمانوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اسلام آباد میں شراب کا کھلے عام استعمال ہوا۔۔۔ لوگوں اور لڑکیوں نے بھی خاصی تعداد میں شرکت کی ان تمام مقامات میں شراب پانی کی طرح استعمال کی گئی۔ لوگوں نے اچھی شراب کے استعمال کے لیے غیر ملکی سفارتخانوں تک کے دروازے کھٹکھٹاتے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

گجرات۔ وقاص کالونی بھمبر روڈ کی دو تیسیم بہنوں کو ایک بار پھر چارنا معلوم درندوں نے ان کے گھر میں داخل ہو کر بے آبرو کر دیا۔ اہل خانہ کو زد و کوب کیا اور اسلحہ دکھا کر تیسیم لڑکیوں سے باری باری زیادتی کی۔ یاد رہے کہ چند روز قبل بھی چار افراد اہل خانہ کو رسیوں سے باندھ کر مذکورہ بہنوں کو اغوا کر کے قبرستان لے گئے اور ان سے اجتماعی زیادتی کرتے رہے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ۲ جنوری ۱۹۹۲ء)

زوال پذیر معاشرہ میں عیش و طرب، رنگ رلیاں، شراب نوشی، فحاشی و عیاشی، عزت و آبرو پر ٹوٹاؤ، چوہ ڈکیتی، اغوا، قتل، خیانت، ملاوٹ، رشوت، جبر، ظلم اور اسی نوع کے دوسرے سائب کا پایا جانہ صرف مستبعد ہی نہیں بلکہ یہ رذالیتیں اور بے حس و کیفی اس امر کی واضح اور منہ بولتی دلیل ہے کہ قومی و ملی احساس، دینی بیداری کا شعور اخلاقی اقدار اور ملکی معاشرہ زوال پذیر ہے اور قوم من حیث القوم رو بہ انحطاط ہے اور اس دلیل کا جواب، قوم کی مالی، روٹنی، کارخانہ داری، سیاست بازی، الزامات و اتیامات، مخالفین کی کردار کشی بلند بانگ دعوؤں اور اودھلے لے

سات سات، نو نو متر لہ عمارت کی تعمیر سے نہیں دیا جاسکتا۔ اگر تو میں مکرو فریب، دجل و منافقت، نعرہ بازی، بڑبڑگوں کی تعمیرات مارکیٹوں کی رونق، ہٹوں کی بہار اور کارخانہ داروں کے وسیع جال بننے سے عروج و ارتقار چل کر سکتیں تو کل کے روس اور آج کے امریکہ و جاپان کی جگہ قوم عادی قوم نمود اور قوم بود پوری دنیا پر چھپاتی ہوتی ہوتی اور زار روس کا ڈسکا چار و انگ عالم میں تجناساقتی و تیا لیکین ایسا نہیں ہوا اس لیے کہ قضا و قدر کا اصول ہی ہے اذنا ان نہلاک قریۃ امرنا متر فیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول فدمرنا ہا تدمیرا (ہم جب کسی ملک کو ہلاک اور برباد کر دینے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو ہمارے قانون کے مطابق مرفع اکمال بے راہ رو لوگ فسق و فجور کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں تو جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو ان پر ہمارا نوشتہ صادق آتا ہے اور ہم انہیں تہس نہس کر دیتے ہیں)۔

قرآن حکیم کے اس واضح اصول اور وحی الہی کی اس قطعی نص کو سامنے رکھتے اور مندرجہ بالا دونوں ٹیٹروں کی بحیثیت کے دیوں واقعات جو روزانہ اخبارات کی زینت بنتے ہیں کو بھی تصور میں لاتے کہیں قوم و ملت کی ہلاکت اور ملکی سیاست کو ہمارے اپنے اعمال تو تباہ نہیں کر رہے۔ ع

خدا سے خیر سے مانگو آشیاں کی نظر بدلی ہوئی ہے آسمان کی

قرآن حکیم کے ارشاد فرمودہ مذکورہ قانون کے مطابق عزت و ذلت اور عروج و زوال کا دار و مدار مادی ترقیات اور مالی ثروت پر ہرگز نہیں بلکہ اخلاقی قوتوں پر ہے۔ اس اعتبار سے اگر ہمارے معاشرے میں مذکورہ عیوب اور بداخلاقیاں پائی جاتی ہیں اور فحاشی اور رعیشی کے ریکارڈ توڑ مناظر سامنے آتے ہیں تو ان پر تعجب اور حیرت کی کوئی گنجائش نہیں — لیکن اس وقت جو چیز تشویش اور اضطراب کا باعث بن رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اخلاقی اور معاشرتی بدعنوانیاں اب اس مرحلے کو چھو رہی ہیں کہ پوری قوم ان سے متاثر ہو رہی ہے اور دکھاتی یوں دینے لگا ہے کہ قوم کے اجتماعی مزاج میں بگاڑ اس حد تک پیدا ہو چکا ہے کہ اگر اس وقت کسی مضبوط قوت نے ملت کا رخ، فسق و فجور، معصیت و آبروریزی شراب نوشی، فحاشی اور بے حیاتی سے موڑ کر اطاعت و فرمانبرداری، عدل و انصاف اور پاکبازی و پاک دامنی کی طرف نہ موڑ دیا تو ہم نوشتہ الہی کے مطابق اس غار میں اوندھے منہ گردا دیتے جاتے جس میں ہم سے پہلے بہت سی متمدن، مہذب برسر اقتدار، عروج و اقتدار سے بہرہ ور اور مادی ترقیات میں ہم سے کہیں زیادہ فائق ترقیوں گرائی جا چکی ہیں اور اب ان کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کے نام اور اعمال بد عبرت و موعظت کے لیے سنائے جا رہے ہیں اس وقت جس صورت حال سے ہم دوچار ہیں حکمران، سیاستدان، قومی راہنما، دینی زعماء اور قوم کا باشعور طبقہ غرض سب جانتے ہیں کہ جس ہولناک کثرت سے انسانی شہرگ کا خون ہمارے شہروں میں بہایا جانے لگا ہے ملک کے تمام اضلاع بالخصوص سندھ میں انسانی قتل و غارت گری کی جو المناک صورت حال سامنے آرہی ہے اس سے یہ حقیقت پایہ ثبوت

تک پہنچ گئی ہے کہ ہم بھی زندگی اور ہمیت میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایک انسان کی گردن کاٹنے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپنے اور اس کے سینے میں گولی پوسٹ کرنے کی اہمیت اس سے زیادہ نہیں کہ کوئی کھنڈر کسی جانور کو اپنے سامنے باندھ کر نشانہ بازی کرنے کی مشق کرنے لگے بالفاظِ صحیح انسانی جان کا احترام ختم ہو چکا ہے اور ہم میں سے ہر شخص وحشت زدہ اور مبتلا تے خوف ہے۔

گاڑیوں اور بسوں میں ڈاکوؤں کی رفتار تیز ہو چکی ہے کہ ہر مسافر دورانِ سفر اس خطرے کو اپنے سر پر منڈلاتے دیکھتا ہے کہ کوئی افتادہ نہ پڑ جائے۔ اور بجائے اس کے زندہ وجود کے اس کی لاش اس کے گھر پہنچا دی جائے اغوا کی لعنت نے تو ہر بچی اور ہر عورت کی جان، آبرو اور عصمت کو خطر بنادیا ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ کسی راہ چلتی عورت پر کس وقت کون سی مصیبت نازل ہو جائے اور کسی بوہٹی کو غنڈے سرک، شیشی، موٹروں کے اڈے سے ہی نہیں، ان کے گھر کی چار دیواری سے اچک کر لے جائیں اور اس کے دروازہ تازہ زندگی اپنے قلوب کو رستے ہوتے ناسور کے حوالے کر دیں جیسا کہ بطور مثال گجرات کا مندرجہ بالا واقعہ ایک مرقعہ عبرت آپ کے سامنے ہے ع

حیا سرپیٹتی ہے عصمتیں سریاد کرتی ہیں

ذرا ایک قدم آگے بڑھیے! آپ محسوس کریں گے کہ اب خوف و ہراس صرف شرفاء، غریب اور کمزوروں ہی پر مسلط نہیں گذشتہ دہائیوں میں جس تیز رفتاری سے ڈاکہ زنی، اغوا، آبروریزی اور قتل و غارت کے واقعات رونما ہوئے ہیں ان کے بعد تو اب ہر زور آور، ہر پارٹی باز، ہر غنڈہ اور غنڈوں کے سرغنوں تکسیر یہ ہول طاری ہو گیا ہے کہ کہیں کوئی سنسناتی ہوتی گولی اس کے سینے میں پوسٹ نہ ہو جائے اور نہ جانے کس لمحے کوئی خنجر اس کی پیٹھ میں گھونپ جائے

یہ وحشت انگیز ماحول یکایک پر وہ غیب سے منفعت شہود پر ظاہر نہیں ہوا بڑی دھیمی رفتار سے اس نے آغاز سفر کیا جب اس نے دیکھا کہ محافظ غافل اور شکار مدہوش ہے تو اس نے قدم تیز کر دیئے جب اسے محسوس ہوا کہ چار سو ہو کا عالم ہے اور حاکم محکوم بھی اپنے دھندوں میں مصروف اس کو نظر انداز کرتے ہوتے ہیں تو یہ بدست باعقی کی طرح شروع مچاتا اور چنگھاڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا ایسے میں اس نے معاشرے اور اس کے رہنماؤں میں بہت کو اپنا سر پرست اور معاون بنایا۔ تو اب اس نے طوفان کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور ٹھیک اس وقت جبکہ اسی کی تباہ کاریوں کے خلاف اظہارِ اضطراب ہونے لگا ہے، اسی لمحے ہمارے ہاں کے سینما ہاؤسوں میں ریڈیو، ڈراموں اور ٹیلی ویژن پر وگرا مول میں ہر روز لاکھوں انسانوں کو قتل، ڈکیتی، عیاشی، شراب نوشی، فحاشی، اغوا اور بد معاشی کے ایسے ایسے گم پرہ سکین پر عملی صورت میں دکھاتے جا رہے ہیں کہ جن سے سینکڑوں افراد قتل کر کے پولیس اور سپلک دونوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے میں کامیاب ہو رہے ہیں ہم اپنے مکتبوں، اپنی لائبریریوں اور اپنے اخبارات کے ذریعہ ہر صبح بے شمار ڈرامے، افسانے، قاتلوں کی

کہانیاں، عشق و محبت کی داستانیں اور کامیاب غنڈوں کی آپ بتیاں اپنے ملک کے باشندوں تک پہنچا رہے ہیں جن کو پڑھ کر وہ جرائم اور مظالم کے نئے نئے طریقوں سے آگاہ ہو رہے ہیں اور عملاً ان کی مشق میں بھی کامیاب ہو رہے ہیں علاوہ بریں ہمارے ہاں جو قانون رائج ہے جس نظام شہادت پر فصل خصومات کی بنیاد قائم ہے مقدمات کی پیروی کے لیے دلائل جو کر دار ادا کر رہے ہیں اور عدالتیں جس رفتار سے مقدمات کا فیصلہ کر رہی ہیں یہ سب عناصر مل جل کر ایسی فضا تیار کر رہے ہیں کہ مجرم سزا کے خوف سے بے نیاز ہو کر ارتکاب جرم کرے ہر شریف آدمی عدالت کے کٹہرے میں شاہد کی حیثیت سے کھڑے ہونے سے گریز کرے اور جو کمران عناصر جزا و سزا سے رہ جاتے اسے رشوت و سفارش کا عفریت پوری کر دے۔

یہ بھی تو سوچنے کی بات ہے کہ شراب کی ممنوعیت کے قانون کے باوصف نئے سال کا آغاز کھلے عام شراب نوشی سے کیا جلتے۔ یتیموں کے ایک ہی گھر کو اپنی ہوس شہوت کا بار بار نشانہ بنایا جائے اور اس کا کوئی پوچھنے والا نہ ہو قتل کے ایک مقدمے کا فیصلہ چار یا پانچ سال بعد ہو چوری کے مقدمہ کے فیصلہ ہونے تک سسر و قہ مال کی طبعی عمر ہی ختم ہو جاتے اغوا کے مقدمے میں اغوا کنندہ مستغنیث کو اپنے وکیل کے ہاتھوں اتنا ذلیل کر دے کہ وہ آئندہ نسلوں کو بھی وصیت کرنے پر مجبور ہو جاتے کہ کبھی بھی اغوا کی رپٹ نہ لکھوائی جاتے تو اس کا انجام اس کے سوا اور کیا مٹھے گا کہ یہ جرائم روز افزوں ترقی کریں اور معاشرے کے افراد و حصوں میں منقسم ہو جائیں اور ایک جانب خوشخوار بھیڑیے اور دوسری جانب بدفعت کی محروم بھیڑیں۔

موجودہ حالت کے قبیح ترین تناظر میں ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اے کاش!

ایسے مرنے والے افراد، ایسے زعماء قوم اور بھی خواہ ان ملت معاشرے میں موجود ہوتے جو اپنے قول اور سیرت دونوں سے افراد معاشرہ کو یہ یقین دلا سکتے کہ اس ناپائیدار زندگی کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی شروع ہوگی اور اس کے اچھے برے ہونے کا تمام تدار و مدار اس دنیا کی چند روزہ زندگی کے درست اور نہ درست ہونے پر ہے۔ حکمران وہ ہوتے جو مناصب اور عہدوں کے حریص نہ ہوتے جو منافقت اور مفاد پرستی سے آشنا نہ ہوتے اور جو ہر آن اس یقین سے سرشار ہوتے کہ وہ عوام و خواص کی جانوں، ان کے اموال، ان کی عزتوں اور عصمتوں کے نگران ہوتے اور ان کی کامیابی اور ناکامی کا مدار اسی پر ہوتا کہ وہ اپنے ذمہ عائد کئے گئے فرائض سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ عدلیہ اور انتظامیہ کا محور وہ قانون ہوتا جس کی رو سے قتل تک کے مقدمہ کا فیصلہ چند گھنٹوں میں ممکن ہوتا اور صورت حال یہ ہوتی کہ ادھر ایک یا چند اشخاص نے کسی کو قتل کیا دوسرے لمحے ان پر مقدمہ چلا شہادتیں ہوتیں جج نے محنت شاقہ برداشت کی مقدمے کے ہر پہلو پر غور کیا، فیصلہ صادر کیا اور جلاوٹ بھرے مجمع میں قاتل کا سر تن سے جدا کر دیا۔ چور نے مال چرایا ثبوت بہم پہنچا پانچ یا دس ہزار کی جمعیت کے روبرو چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ زانی کو سزاوار قرار

دے کہ ہزاروں افراد کے سامنے سنگسار کر دیا گیا —

اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں کی آنکھیں کس حقیقت کا شاہدہ کرتیں؟ اس کا جسے ہم آج اپنے گرد و پیش رقص کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں — یا — دیکھنے والے یہ دیکھتے کہ ایک واقعہ سنگساری اور ایک سزائے قطعید اور ایک قصاص کے بعد مدتوں زناچوری اور قتل کی کوئی واردات دیکھنے یا سننے میں نہ آتی —

لہذا موجودہ صورت حال اور ناگفتہ بہ ماحول میں ہم یقین بھرے دل سے کہتے ہیں کہ آج ہم جس صورت حال میں گرفتار ہیں اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ

(الف) تمام مسلمان دینی قوتیں قومی اصلاح اور دینی فلاح پر کام کرنے والی تنظیمیں، علماء اور دانشور، ایمان و یقین کی دعوت اور اصلاح اخلاق کی جدوجہد کا آغاز از سر نو اس انداز سے کریں کہ فسق و معصیت کے بادل چٹ جائیں قلوب علام الغیوب کی جانب مائل ہوں، اس سے ڈریں دنیا کی لذتوں کے بالمقابل آخرت کی نعمتوں اور دنیا کی تکالیف سے بچنے پر آخرت کے عذاب سے محفوظ رہنے کو فیصلہ کن ترجیح دینے لگیں۔

(ب) حکمرانوں اور حکام کا نقطہ نظر بدل دیا جائے۔ مغربی افکار نے جو تصور، حکمرانی اور حکومت کے مناصب کا ہمیں دیا ہے اس سے دستکش ہو کر مناصب حکومت کو ذمہ داری، مسئولیت، خدمت خلق اور مملکت کی امانتوں سے عہدہ برآ ہونے کا ذریعہ سمجھیں اور یہ یقین کر لیں کہ ان کی نجات و فلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اپنے ذمہ تفویض کردہ امور و معاملات کو بخشنہ منصب خدائے ذوالجلال کی نشانہ کے مطابق انجام نہیں دیں گے۔ —

سروست یہ وہ بنیادی تبدیلیاں ہمارے نزدیک اصلاح کا نقطہ آغاز ہیں اور جس تشویش انگیز صورت حال سے ہم دوچار ہیں اس سے نکلنے کا واحد ذریعہ بھی — مگر ہم حد درجہ تاسف اور رنج و الم کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سب کچھ ہو رہا ہے اور سب کر رہے ہیں۔

مگر یہی کام جس موثر انداز میں ہونا چاہیے تھا نہیں ہو رہا — حکمرانوں کے انداز، مقاصد، اہداف، طریقہ کار اور طرز سیاست بہر حال مایوس کن ہے مگر غیر کی تمام قوتیں، بھی خواہان قوم مملکت اور علماء و مصلحین امت بھی اس کے سدباب کے لیے کسی موثر لائحہ عمل کے سوچنے اور مسلمانوں کو دینی فلاح اور اسلامی انقلاب اور منصب نبوت پر اعتماد کی راہ نہ مانے کی نہیں سوچیں گے۔

الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔

عبد القیوم حقانی